تصوف کی مشہور ترین کتاب

منهاج العابدين

محمد شارق

کی تلخیص

از

محمد عالمگیر رضوی

درجۂ خامسہ

PUBLISHED BY:

کمال احمد قادری

درجۂ خامسہ

از: محمد عالمگیر رضوی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی سیدالمرسلین

وعلی الہ واصحابہ اجمعین

عوائق: چار ہیں، (۱) دنیا (۲) مخلوق (۳) شیطان (۴) نفس

ان کو دور کرنے کے طریقے: دنیا سے قطع تعلق کرنا، لوگوں سے میل جول ترک کرنا، ابلیس سے جنگ کرنا، نفس پر سختی کرنا۔

عوارض اربعہ: (۱) رزق: کیوں کہ نفس اس کا مطالبہ کرتا ہے اور بندہ سوچتا ہے کہ میرے لیے رزق اور غذا تو ضروری ہے اگر میں دنیا سے کنارہ کش ہو گیا تو میرے رزق کا سامان کہاں سے مہیا ہو گا۔ (۲) دل میں ان افکار و خیالات کا پیدا ہونا جن سے بندہ ڈرتا ہے یا جن کی امید کرتا ہے، یا جن کو پسند یا ناپسند کرتا ہے، اور وہ نہیں جانتا کہ اس میں میرے لیے بھلائی ہے یا برائی: کیوں کہ امور دنیا کے نتائج پوشیدہ ہیں تو بندہ انھیں خیالات میں پڑ جاتا ہے اور بسا اوقات ہلاکت و تباہی میں پڑ جاتا ہے۔ (۳) ہر چہار جانب سے مصائب کی بوچھار، خصوصاً جب بندہ مخلوق کی مخالفت، شیطان سے جنگ اور نفس کو مغلوب کرنے پر کمربستہ ہو جاتا ہے تو کیسے کیسے کڑوے گھونٹ پینے پڑتے ہیں، اور کیسی کیسی سختیاں در پیش ہوتی ہیں، اور کیسے کیسے حزن و ملال اور مصائب کا سامنا ہوتا ہے۔ (۴) اللہ رب العزت کی جانب سے مختلف قسم کے آرام و تکلیف کے فیصلے ہوتے ہیں، اور یہ کہ نفس جلد غصہ اور فتنہ کی طرف جلدی مائل ہوتا ہے۔

ان کو دفع کرنے کی چیزیں: (۱) رزق کے معاملہ میں اللہ پر توکل کرنا (۲) خیالات کے وقت اپنا معاملہ اللہ کے سپرد کرنا (۳) مصائب پر صبر کرنا (۴) قضائے الٰہی پر راضی رہنا۔

گھاٹیاں

سات ہیں: (۱) گھاٹی علم کی (۲) توبہ کی (۳) عوائق کی (۴) عوارض کی (۵) بواعث یعنی عبادت پر ابھارنے والی اشیا کی (۶) قوادح یعنی عبادت میں خرابی پیدا کرنے والی اشیا کی (۷) حمد و شکر کی۔

علم کے شرف پر دلیل: قرآن پاک کی یہ آیت ہے: «اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا»

عبادت کے شرف پر دلیل: قرآن پاک کی یہ آیت ہے: «وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ»

عبادت پر فوقیت علم کی دلیل: یہ احادیث ہیں: (۱) نَظْرَةٌ إِلَى الْعَالِمِ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ عِبَادَةِ سَنَةٍ صِيَامِهَا وَقِيَامِهَا۔ (۲) إِنَّ فَضْلَ الْعَالِمِ عَلَى الْعَابِدِ كَفَضْلِي عَلَى أَدْنَى رَجُلٍ مِنْ أُمَّتِي (۳) أَلَا أَدُلُّكُمْ عَلَى أَشْرَفِ أَهْلِ الْجَنَّةِ۔

16 **عبادت پر علم کے تقدم کی وجہ:** (۱) تاکہ عبادت میسر آئے اور وہ محفوظ رہے (۲) اس لیے کہ علم سے دل میں اللہ کا خوف پیدا ہوتا ہے۔ چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: «اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا»

جن علوم کا سیکھنا فرض ہے: وہ تین ہیں: علم توحید، علم سر اور علم شریعت۔

ان کے سیکھنے کی مقدار: **علم توحید** سے اتنا سیکھنا فرض ہے کہ اصول معلوم ہو جائیں، یعنی یہ معلوم ہو جائے کہ میرا ایک معبود ہے جو عالم، قادر، حی، مرید، متکلم، سمیع اور بصیر ہے، وہ اکیلا ہے اور تمام صفات کمال سے متصف ہے، تمام عیوب سے پاک ہے، اس کے لیے زوال نہیں، وہ حادث نہیں اور قدیم بھی صرف وہی ہے، اور یہ کہ محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں، اور آپ کے لائے ہوئے احکام اور آخرت کے بارے میں آپ کی دی ہوئی خبریں سچ ہیں۔ اسی طرح سنت کے مسائل بھی جاننا ضروری ہے۔

علم سر: اس کے تمام مواجب و مناہی کا سیکھنا فرض ہے، تاکہ دل میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم اور عمل میں اخلاص پیدا ہو، اور نیت درست اور عمل سلامت رہ سکے۔

علم شریعت: جو چیز فرض ہو جائے اس کے مسائل کو بھی جاننا ضروری ہے تاکہ اس کو ادا کیا جا سکے جیسے نماز، روزہ طہارت وغیرہ۔

لزوم توبہ کی وجہ: اس کی دو وجہ ہیں (۱) عبادت کی توفیق حاصل ہو جائے (۲) عبادت قبول ہو جائے۔

توبہ کا معنیٰ: گناہوں سے دل کو پاک کرنا۔ **شرائط:** توبہ کے شرائط چار ہیں (۱) گناہوں کو ترک کر دینا یعنی یہ کہ گناہوں کی طرف نہ لوٹنے کا عزم مصمم کر لے (۲) جس گناہ سے توبہ کر رہا ہے اس سے پہلے کبھی اس کے مثل گناہ صادر ہو چکا ہو؛ کیوں کہ اگر ایسا نہ ہو تو وہ تائب نہیں بلکہ متقی ہو گا، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کو کفر

سے بچنے والا تو کہہ سکتے ہیں مگر کفر سے تائب نہیں کہہ سکتے ؛کیوں کہ کفر آپ سے کبھی صادر ہی نہیں ہوا، ہاں! حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کفر سے تائب کہہ سکتے ہیں ؛کیوں کہ کفر پہلے آپ سے صادر ہو چکا تھا۔ (۳) وہ گناہ جس سے توبہ کر رہا ہے رتبہ میں پہلے گناہ کی مثل ہو نہ کہ صورت میں، کیا ایسا نہیں ہے کہ شیخ فانی نے اگر جوانی کے عالم میں زنا یا ڈاکہ زنی کا ارتکاب کیا ہو اور بڑھاپے میں اس سے توبہ کرنا چاہے تو کر سکتا ہے؛ کیوں کہ توبہ کا دروازہ بند نہیں ہوا ہے، مگر اب اسے زنا یا ڈاکہ زنی کے ترک کا اختیار نہیں ؛اس لیے کہ وہ اس وقت عملی طور سے اس پر قادر نہیں لہٰذا اس کے ترک کرنے پر بھی قادر نہ ہوگا، تو یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنے اختیار سے اسے چھوڑ رہا ہے ؛اس لیے کہ وہ اس سے عاجز ہے، ہاں! وہ اس وقت بھی زنا یا ڈاکہ زنی کے مثل دوسرے حرام افعال مثلاً جھوٹ، غیبت، چغلی اور تہمت وغیرہ پر قادر ہے۔ واضح رہے اگرچہ ہر ایک میں اپنی نوعیت کے اعتبار سے فرق ہے مگر یہ تمام گناہ ایک ہی مرتبہ کے شمار کیے جاتے ہیں۔ (۴) توبہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم کے لیے اور اس کے عذاب سے ڈر کر ہونی چاہیے، کسی دنیوی غرض، لوگوں سے ڈر کر، طلب ثنا، شہرت، جسمانی کمزوری یا فقیری وغیرہ کی وجہ سے نہ ہونی چاہیے۔

توبہ کے مقدمات: تین ہیں (۱) گناہوں کو نہایت قبیح جاننا (۲) اللہ تعالیٰ کے عذاب اور غضب لایُطاق کو یاد کرنا (۳) اپنی کمزوری اور اس بارے میں کوئی حیلہ نہ ہونے کو یاد کرنا ؛کیوں کہ جو شخص سورج کی دھوپ، چوکیدار کے تھپڑ اور چیونٹی کے ڈنک کو برداشت نہیں کر سکتا وہ نار دوزخ کی تپش، فرشتوں کی مار، انتہائی زہریلے سانپ اور خچر جیسے بچھوؤں کے ڈنک کیسے برداشت کر پائے گا۔

گناہوں کی قسمیں: تین ہیں (۱) اللہ تعالیٰ کے فرض کردہ احکام کو ادا نہ کرنا یعنی نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کفارہ وغیرہ۔ ان گناہوں کی معافی کے لیے حتی الامکان قضا لازمی ہے۔ (۲) وہ گناہ جو بندہ اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ہوتے ہیں۔ جیسے شراب پینا، محفل رقص سجانا، سود کھانا وغیرہ۔ ان گناہوں کی معافی کے لیے ان پر شرمندہ اور کبھی نہ کرنے کا عزم مصمم کرنا ضروری ہے۔ (۳) وہ گناہ جو خود بندوں کے درمیان ہوتے ہیں، ان کی کئی اقسام ہیں، بعض مال میں ہوتے ہیں، بعض جان میں، بعض عزت میں اور بعض دین میں۔

جن گناہوں کا تعلق مال سے ہو ان کے متعلق ضروری ہے کہ اگر ہو سکے تو وہ مال واپس کر دیا جائے، اور اگر غربت وافلاس کے باعث واپس کرنے سے معذور ہو تو صاحب مال سے جائز و حلال کرالے،

در اگر صاحب مال مر چکا ہے یا موجود نہیں تو مال کو صدقہ کر دے، اور یہ بھی ممکن نہ ہو تو اعمال صالحہ کی کثرت کرے اور اللہ تعالیٰ کے دربار میں گریہ وزاری کرے تاکہ بروز قیامت اللہ تعالیٰ صاحب مال کو اس سے راضی کر دے۔

جن گناہوں کا تعلق جان سے ہو ان کے متعلق ضروری ہے کہ اس کے وارثین کو قصاص کے لیے اپنے آپ پر قدرت دے دے، یا ان سے معافی چاہ لے، اگر یہ بھی ممکن نہ ہو تو خدا سے معافی مانگے اور اس کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے کہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو اس سے راضی کر دے۔

جن گناہوں کا تعلق عزت سے ہو یعنی کسی کو گالی دی ہو، بہتان لگایا ہو یا غیبت کی ہو تو اس کی معافی کے لیے ضروری ہے کہ اس کے سامنے جا کر اپنی تکذیب کرے جس کے سامنے یہ باتیں کی ہوں، اور جس کے بارے میں یہ باتیں کہیں اگر ممکن ہو تو اس سے معافی بھی مانگے، اور اگر ممکن نہ ہو بلکہ اس کے ظاہر کرنے میں غیظ کی زیادتی اور فتنہ کے ابھرنے کا خوف ہو تو اللہ تعالیٰ سے معافی طلب کرے کہ اللہ تعالیٰ اس کو اس سے راضی کر دے۔ اس کے علاوہ بدلے میں اس کے لیے خوب مغفرت بھی طلب کرے۔

جن گناہوں کا تعلق حرمت سے ہو یعنی کسی کے اہل و عیال سے خیانت کی جائے وغیرہ وغیرہ۔ تو اس کو نہ تو ظاہر کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی بخشوایا جا سکتا ہے لہٰذا اس کی معافی کے لیے بھی بارگاہ الٰہی میں گریہ وزاری کرے۔ ہاں! اگر فتنہ کا خوف نہ ہو تو ظاہر کر کے معاف کرا لے۔

جن گناہوں کا تعلق دین سے ہو یعنی کسی کو کافر، بدعتی یا گمراہ کہا ہو تو اس کی معافی کے لیے ضروری ہے کہ اپنے آپ کو اس شخص کے سامنے جھٹلائے جس کے سامنے یہ باتیں کہیں، اور جس کے بارے میں کہیں اس سے معافی طلب کرے ورنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں گریہ وزاری کرے اور اس پر شرمندہ ہو تاکہ اللہ تعالیٰ بروز قیامت اس کو اس سے راضی کر دے۔

عائق اوّل: دنیا سے الگ ہونے اور اس سے بے رغبت ہونے کی وجہ: اس کی دو وجہیں ہیں (۱) تاکہ بندہ زیادہ سے زیادہ عبادت کر سکے اور وہ عبادت سلامت رہ سکے؛ کیوں کہ دنیا کی رغبت انسان کے ظاہر و باطن دونوں کو مشغول کر دیتی ہے۔ ظاہر کو اس طرح کہ وہ اس کی طلب میں بھاگا پھرتا ہے اور باطن کو اس طرح کہ وہ اس کو حاصل کرنے کے ارادے میں لگا رہتا ہے اور اس دل میں اس بات کے خیالات پیدا ہوتے

رہتے ہیں۔ ظاہر کو مشغول کرنے کا ثبوت حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے ہے "زَاوَلْتُ أَنْ أَجْمَعَ بَيْنَ الْعِبَادَةِ وَالتِّجَارَةِ فَلَمْ يَجْتَمِعَا فَأَقْبَلْتُ عَلَى الْعِبَادَةِ وَتَرَكْتُ التِّجَارَةَ" نیز حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اس روایت سے "لَوْ كَانَتَا مُجْتَمِعَتَيْنِ لَاجْتَمَعَتَا لِي؛ لِمَا أَعْطَانِي اللّٰهُ تَعَالَى مِنَ الْقُوَّةِ وَاللِّيْنِ" اس کے علاوہ نبی کونین ﷺ کے ارشاد گرامی سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں: "مَنْ أَحَبَّ دُنْيَاهُ أَضَرَّ بِآخِرَتِهِ وَمَنْ أَحَبَّ آخِرَتَهُ أَضَرَّ بِدُنْيَاهُ فَآثِرُوْا مَا يَبْقَى عَلَى مَا يَفْنِيْ" (۲) تاکہ بندے کے اعمال کی قیمت بڑھ جائے اور ان کی عظمت اور ان کا مرتبہ زیادہ ہو جائے۔ نبی کونین ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "رَكْعَتَانِ مِنْ رَجُلٍ زَاهِدٍ قَلْبُهُ خَيْرٌ وَأَحَبُّ إِلَى اللّٰهِ جَلَّ جَلَالُهُ مِنْ عِبَادَةِ الْمُتَعَبِّدِيْنَ إِلَى آخِرِ الدَّهْرِ أَبَدًا سَرْمَدًا"

زہد مقدور: تین چیزوں کا مجموعہ ہے (۱) دنیا کی جو چیز حاصل نہ ہو اسے طلب نہ کرے۔ (۲) جو موجود ہو اسے راہ خدا میں لٹا دے۔ (۳) دنیا کا ارادہ اور اختیار ترک کر دے۔

زہد غیر مقدور: یہ ہے کہ دنیا کی محبت زاہد کے دل میں سرد پڑ جائے۔ **دنیا سے بے رغبتی کا حکم:** یہ حرام میں فرض اور حلال میں نفل ہے۔

۷/ **عائق ثانی: مخلوق سے الگ ہونے کی وجہ:** اس کی دو وجہیں ہیں (۱) مخلوق بندہ کو عبادت سے غافل کر دیتی ہے۔ حکایت بیان کی گئی ہے کہ ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں ایک ایسی قوم کے پاس سے گزرا جو باہم نیزہ بازی کر رہے تھے اور ایک شخص ان سے دور بیٹھا تھا، میں اس سے بات کرنا چاہی، اس نے کہا کہ اللہ کا ذکر مجھے تمھارے ساتھ بات کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے، میں نے پوچھا کیا تم تنہا ہو، بولا: میرے ساتھ میرا رب اور دو فرشتے ہیں، میں نے کہا ان لوگوں میں سے کون سبقت لے گیا، اس نے کہا کہ جس کو اللہ تعالیٰ بخش دے، میں نے کہا کہ راستہ کدھر ہے، اس نے آسمان کی طرف اشارہ کیا اور مجھے چھوڑ کر اٹھ کھڑا ہوا اور بولا کہ اے میرے رب! تیری اکثر مخلوق تجھ سے غافل ہے۔ (۲) مخلوق سے میل جول کی وجہ سے بندہ کی عبادت فاسد ہو جاتی ہے، الا ماشاء اللہ۔ وہ اس طرح کہ مخلوق میں رہ کر بندہ ریا، خود ستائی اور تزین میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ حضرت یحییٰ بن معاذ رازی فرماتے ہیں: "رُؤْيَةُ النَّاسِ بِسَاطُ الرِّيَاءِ" یعنی لوگوں کا دیکھنا ریا کی چٹائی ہے۔

گوشہ نشینی کا حکم اور اس کی حد: اس بارے میں دو طرح کے لوگ ہوتے ہیں (۱) علم و حکمت میں جس کی لوگوں کو ضرورت نہیں۔ ایسے شخص کو چاہیے کہ لوگوں سے الگ ہی رہے، صرف جمعہ، جماعت، عید، حج، دینی مجلس اور معیشت کے لیے بقدر ضرورت میل جول رکھے۔ (۲) جو علم کے اعتبار سے لوگوں کا مقتدا اور حق کو ثابت کرنے، بدعت کا رد کرنے اور قول و فعل کے ذریعہ حق کی طرف بلانے میں لوگ اس کے محتاج ہوں۔ ایسے شخص کے لیے لوگوں سے الگ ہونے کی گنجائش نہیں بلکہ اس پر لازم ہے کہ لوگوں میں رہ کر دین کی نشر و اشاعت کرے اور احکام الٰہی کے پھیلانے اور واضح کرنے میں ہمہ تن مشغول رہے؛ کیوں کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: ''إِذَا ظَهَرَ الْبِدَعُ وَسَكَتَ الْعَالِمُ فَعَلَيْهِ لَعْنَةُ اللهِ''

تنبیہ: نبی کریم ﷺ کی حدیث ''عَلَيْكُمْ بِالْجَمَاعَةِ'' اور گوشہ نشینی کے حکم کے درمیان **تطبیق** یہ ہے کہ آپ کا یہ فرمان تین وجوہ کا احتمال رکھتا ہے۔ **پہلا احتمال** یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس سے دین اور حکم میں جماعت کو لازم پکڑنا مراد لیا ہے؛ کیوں کہ تمام امت گمراہی پر متفق نہیں ہو سکتی، لہٰذا اجماع کو توڑنا، جمہور کے خلاف فیصلہ کرنا اور ان سے الگ ہونا باطل اور گمراہی ہے، لیکن اگر کوئی دین کی حفاظت ہی کی وجہ سے ان سے الگ ہوا ہو تو اس پر کوئی حرج نہیں۔ **دوسرا احتمال** یہ ہے کہ عام مسلمانوں سے نماز باجماعت اور جمعہ وغیرہ میں علاحدگی اختیار نہ کی جائے؛ کیوں کہ مل کر نماز ادا کرنے میں دین کو تقویت پہنچتی ہے، اسلام کا کمال ظاہر ہوتا ہے اور کفار و مشرکین مسلمانوں کا اجتماع دیکھ کر جلتے ہیں، اور جمعہ وغیرہ اسلامی اجتماعات پر اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ **تیسرا احتمال** یہ ہے کہ حضور ﷺ کا یہ ارشاد نیک زمانے میں ضعیف الاعتقاد شخص کے لیے ہے، اور رہا وہ شخص جس کو امور دینیہ میں بصیرت حاصل ہو اور قوی الاعتقاد ہو تو جب ایسا شخص اس زمانے کو پائے جس میں فتنہ و فساد ہو اور جس سے رسول اللہ ﷺ نے ڈرایا ہے اور جس میں عزلت (گوشہ نشینی) کا حکم دیا ہے تو اس کے لیے گوشہ نشینی بہتر ہے تاکہ آفات و فسادات سے محفوظ رہے، لیکن بہتر یہ ہے کہ اسلامی اجتماعات اور عام بھلائیوں میں قطع تعلق نہ کرے، اور اگر کسی دینی بھلائی کے پیش نظر مکمل طور سے الگ ہونا چاہے تو چاہیے کہ کسی پہاڑ کی چوٹی پر یا دور دراز صحرا میں نکل جائے۔

عائق ثالث: شیطان سے جنگ کرنے اور اسے مغلوب کرنے کی وجہ: یہ دو وجہوں سے لازم ہے **اول:** وہ بندوں کا کھلا دشمن ہے اور اس سے صلح یا رحم کی امید نہیں کی جا سکتی، وہ تو بندہ کو ہلاک کر کے ہی سانس لیتا

ہے، ان دونوں آیتوں میں غور کرنا چاہیے (۱) «اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ» (۲) «اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا» **ثانی:** یہ کہ اس کی سرشت ہی بندہ کی عداوت پر ہوتی ہے، وہ ہر لمحہ بندہ سے جنگ کرنے پر کمربستہ رہتا ہے اور ہر وقت اپنی شیطانیت کے تیر برساتا رہتا ہے۔

شیطان سے جنگ کرنے کا طریقہ: اس کے دو طریقے ہیں **پہلا طریقہ** :شیطان کو دور کرنے میں صرف اللہ رب العزت کی پناہ مانگی جائے؛ اس لیے کہ شیطان ایک کُتّا ہے جسے اللہ تعالیٰ نے بندہ پر مسلط کر دیا ہے، پس اگر بندہ اس سے جنگ کرنے اور اس کو ہٹانے میں مشغول ہوگا تو تنگ آجائے گا، اس کا بہت سا وقت ضائع ہو جائے گا اور آخر کار شیطان اس پر غالب آجائے گا اور اس کو زخمی کر دے گا، اور کاٹ کھائے گا۔ لہٰذا کُتّے کے مالک ہی کی پناہ لینی بہتر ہے تاکہ وہ اسے بندہ سے دور کر دے۔ **دوسرا طریقہ:** اس کا مقابلہ کیا جائے اور اس کو ہٹانے اور اس کی مخالفت کرنے میں ہر وقت کمربستہ رہا جائے۔

شیطان سے جنگ کرنے اور اس کو مغلوب کرنے کے لیے کتنی چیزیں ضروری ہیں؟ تین چیزیں ضروری ہیں (۱) اس کے دھوکہ اور اس کے حیلہ کو معلوم کیا جائے تاکہ وہ تمھیں دھوکہ دینے کی جسارت نہ کر سکے، جیسا کہ جب چور یہ جان لیتا ہے کہ گھر والا بیدار ہے تو بھاگ جاتا ہے۔ (۲) شیطان کی دعوت کو حقیر سمجھا جائے اور بندہ کا دل ہرگز اس سے متاثر نہ ہو؛ کیوں کہ ابلیس ایک بھونکنے والے کتّے کے مانند ہے، جب تم اس کو چھیڑو گے تو شور مچائے گا اور اگر اعراض کرو گے تو خاموش ہو جائے گا۔ (۳) دل و زبان سے ہمیشہ اللہ کا ذکر کیا جائے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے: "اِنَّ ذِكْرَ اللّٰهِ فِيْ جَنْبِ الشَّيْطَانِ كَالْاَكْلَةِ فِيْ جَنْبِ ابْنِ اٰدَمَ"

خاطر خیر اور خاطر شرّ کے درمیان فرق: اس کا طریقہ علمائے کرام نے یہ لکھا ہے کہ جو خطرہ دل میں آئے اس کا میزان شرع سے موازنہ کیا جائے اگر اصول شریعت کے موافق ہو تو درست ہے ورنہ غلط ہے۔ اور اگر میزان شرع سے معلوم نہ ہو سکے تو سلف صالحین کی سیرت طیبہ سے موازنہ کیا جائے اگر موافق ہو تو خیر ہے ورنہ شرّ۔ اور اگر اس سے بھی پتہ نہ چل سکے تو اپنے نفس اور خواہش پر پیش کیا جائے اور دیکھا جائے اگر نفس طبعًا اس سے نفرت کرے اور یہ نفرت کسی ڈر اور خوف کی بنیاد پہ نہ ہو تو جان لو کہ وہ خیر ہے، اور اگر طبعًا اس کی طرف مائل ہو، اور اس کا یہ میلان اللہ تعالیٰ سے ترغیب اور امید کی بنیاد پر نہ ہو تو وہ خطرۂ شرّ

ہے؛کیوں کہ نفس ہمیشہ برائی کی طرف مائل ہوتا ہے، وہ اپنی اصل کے اعتبار سے بھلائی کی طرف مائل نہیں ہوتا۔

خاطر شر ابتدائی، شیطانی اور نفسانی کے درمیان فرق: علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ اسے تین طرح سے جانچو (۱) اگر وہ خیال پختہ اور مضبوط ہو تو وہ اللہ تعالیٰ یا نفس کی جانب سے ہے، اور اگر اس میں تردد اور اضطراب ہو تو شیطان کی جانب سے ہے۔ (۲) اگر وہ خیال گناہ کرنے کے بعد دل میں پیدا ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے تاکہ اس گناہ کی ذلت و حقارت دل میں آئے، رب تعالیٰ کا ارشاد ہے «كَلَّا بَلْ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ» اور اگر وہ خیال ابتداءً دل میں آئے کسی گناہ کے بعد نہ آئے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے؛کیوں کہ وہ شر کی دعوت سے ابتدا کرتا ہے (۳) اگر وہ خیال ذکر حق سے کمزور یا کم نہ ہو اور نہ ختم ہو تو وہ نفس کی طرف سے ہے، اور اگر کمزور یا کم ہو جائے تو وہ شیطان کی طرف سے ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے کلام «مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ» کی تفسیر میں کہا گیا ہے کہ ابلیس انسان کے دل کے ساتھ لگا رہتا ہے، بندہ جب ذکر خدا کرتا ہے تو وہ علاحدہ ہو جاتا ہے، اور جب وہ غافل ہو جاتا ہے تو اس کے دل میں وسوسہ ڈالتا ہے۔

خاطر خیر من جانب اللہ اور من جانب الملک میں فرق: اس میں فرق کرنے کے لیے اس کو تین طرح سے جانچنا چاہیے (۱) اگر قوی اور پختہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور اگر متردد ہو تو فرشتے کی جانب سے ہے؛کیوں کہ فرشتہ کو ناصح بنا کر انسان کے دل پر مقرر کیا گیا ہے، وہ ہر طرح بندہ کو نیکیوں کی طرف مائل کرتا ہے اور نیک امور سامنے لاتا ہے تاکہ انھیں قبول کرے اور ان پر عمل کرے۔ (۲) اور اگر وہ طاعت و مجاہدہ کے بعد دل میں آئے تو وہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہے، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا» اور اگر وہ ابتداءً دل میں پیدا ہو تو وہ زیادہ تر فرشتہ کی جانب سے ہوتا ہے۔ (۳) اگر وہ باطنی اصول و اعمال کے متعلق ہو تو وہ خدائے تعالیٰ کی جانب سے ہے، اور اگر ظاہری فروع و اعمال کے متعلق ہو تو وہ فرشتہ کی جانب سے ہے؛کیوں کہ اکثر علما کے نزدیک فرشتہ کو باطنی امور کی معرفت نہیں۔

عاشق رابع نفس سے کیوں بچا جائے؟ اس کی شرارتوں سے بچنا بہت ضروری ہے؛ کیوں کہ یہ بہت نقصان دہ دشمن ہے اور اس کی آفتیں نہایت سخت ہیں، اس کا علاج بہت مشکل ہے، اس کی بیماری نہایت خطرناک ہے، اور اس کی دوا سب دواؤں سے مشکل ہے۔

نفس کا اس قدر مضر اور خطرناک ہونا دو وجہوں سے ہے (۱) یہ اندرونی دشمن ہے، اور چور جب گھر کا ہو تو اس سے محفوظ رہنا بہت مشکل ہوتا ہے، اور اس سے نقصان زیادہ پہنچتا ہے۔ (۲) وہ ایک پیارا لگتا دشمن ہے، اور انسان کو جب کسی سے محبت ہوتی ہے تو اسے اس کے عیوب نظر نہیں آتے۔

نفس کو ذلیل کرنے اور اس کا زور کرنے کے طریقے: علمائے کرام نے فرمایا ہے کہ تین چیزوں سے نفس کو ذلیل کیا اور اس کے زور کو توڑا جا سکتا ہے۔ (۱) اس کو شہوات سے روکا جائے؛ کیوں کہ جب اڑیل حیوان کو چارہ کم ملتا ہے تو وہ نرم پڑ جاتا ہے۔ (۲) عبادات کا بھاری بوجھ اس پر لاد دیا جائے؛ کیوں کہ گدھے پر جب بوجھ زیادہ لاد دیا جائے اور اس کو چارہ کم دیا جائے تو وہ اپنی شیخی چھوڑ دیتا ہے اور مطیع و منقاد ہو جاتا ہے۔ (۳) ہر وقت اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرتا رہے کہ وہ اس کی مدد کرے، ورنہ تو اس سے چھٹکارا نہیں، قرآن کریم میں حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ ارشاد ضرور پڑھنا چاہیے «اِنَّ النَّفۡسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوۡٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيۡ»

تقویٰ کی بلیغ اور جامع تعریف: دین میں نقصان دینے والی ہر چیز سے پرہیز کرنا۔

شریعت میں تقویٰ کی تعریف: ہر اس برائی سے دل کو دور رکھنا جس کے مثل بندہ نے پہلے برائی نہ کی ہو۔

شر کی اقسام: شر کی دو قسمیں ہیں (۱) شرِّ اصلی (۲) شرِّ غیر اصلی۔ **شرِّ اصلی:** وہ شر ہے جس سے شریعت نے صراحۃً روکا ہو جیسے گناہ اور معاصی۔ **شرِّ غیر اصلی:** جس سے شریعت نے تادیباً روکا ہو جیسے عام مباح چیزیں جن سے شہوت کو تقویت ملتی ہے۔ **دونوں کا حکم:** شرِّ اصلی سے بچنا فرض ہے، نہ بچنے کی صورت میں بندہ مستحق عذاب ہوگا، اور شرِّ غیر اصلی سے اجتناب مستحب ہے، اجتناب نہ کرنے پر بندہ بروز قیامت حشر میں حساب کے لیے روکا جائے گا، اسے عار دلائی جائے گی اور ملامت کی جائے گی۔

تقویٰ کے بارہ فوائد قرآن کریم کی روشنی میں: (۱)- متقی شخص کی رب مدحت و ثنا کرتا ہے۔ (۲) متقی شخص دشمنوں سے محفوظ رہتا ہے۔ (۳) متقی شخص کی اللہ تائید فرماتا ہے۔ (۴) متقی شخص آخرت کی ہولناکیوں سے نجات میں رہے گا۔ (۵) اس کے اعمال کی اصلاح ہو جائے گی۔ (۶) تقویٰ کی برکت سے اس کے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ (۷) متقی شخص اللہ تعالیٰ کا دوست بن جاتا ہے۔ (۸) تقویٰ سے اعمال درجۂ قبولیت کو پہنچ جاتے ہیں۔ (۹) تقویٰ کے باعث انسان خدائے تعالیٰ کے یہاں اعزاز و اکرام کا مستحق ہو جاتا ہے۔ (۱۰) متقی لوگوں کو موت کے وقت دیدار الٰہی اور آخرت میں نجات کی بشارت دی جاتی ہے۔ (۱۱) متقی لوگ آتش دوزخ سے محفوظ رہیں گے۔ (۱۲) اہل تقویٰ ہمیشہ جنت میں رہیں گے۔"[1]

نظر کی حفاظت کے تین اصول : اصل اوّل: جو اس آیت میں مذکور ہے «قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ وَيَحْفَظُوْا فُرُوْجَهُمْ ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ» اس آیت میں تین امور جمع کیے گئے ہیں: تادیب، تنبیہ اور تہدید۔ **تادیب:** اس جملہ میں ہے: «قُلْ لِلْمُؤْمِنِيْنَ يَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِهِمْ» اور غلام پر لازم ہوتا ہے کہ آقا کے حکم کی تعمیل کرے، اور اس کے بتائے ہوئے آداب کو بجا لائے ورنہ بے ادبوں میں شمار ہوگا اور اس کو آقا کے سامنے حاضر ہونے سے روک دیا جائے گا۔ **تنبیہ:** اس قول میں ہے: «ذٰلِكَ اَزْكٰى لَهُمْ» **تهديد:** اس قول میں ہے: «اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌ بِمَا يَصْنَعُوْنَ» **اصل ثانی:** نبی کریم ﷺ کا یہ قول ہے: "اَلنَّظَرُ اِلٰى مَحَاسِنِ الْمَرْأَةِ سَهْمٌ مَسْمُوْمٌ مِنْ سِهَامِ اِبْلِيْسَ فَمَنْ تَرَكَهَا اَذَاقَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى طَعْمَ عِبَادَةٍ تَسُرُّهُ" **اصل ثالث:** یہ ہے کہ اپنے ہر عضو کو دیکھے کہ کس چیز کی صلاحیت رکھتا ہے اور اس سے کس بات کی امید ہے۔

غلط سننے سے کان کی حفاظت کیوں لازم ہے؟ اس کی دو وجہیں ہیں **اول** یہ کہ روایات میں آیا ہے کہ سننے والا بھی کلام کرنے والے کے ساتھ شریک رہتا ہے۔ **دوم** یہ کہ اگر انسان بری باتوں کو سنے گا تو دل میں وسوسے اور خیالات پیدا ہوں گے تو اس طرح وہ خیالات میں مستغرق ہو جائے گا اور عبادت میں کچھ لذت باقی نہ رہے گی۔

زبان کی حفاظت کے پانچ اصول: پہلا اصول سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ کی یہ روایت ہے کہ انسان جب صبح بیدار ہوتا ہے تو تمام اعضا زبان سے مخاطب ہو کر اس امر کی تاکید کرتے ہیں کہ درستی اور

---

(۱)-- تمام فوائد سے متعلق آیات کریمہ کتاب میں ان کے مقام پر ملاحظہ فرمائیں

صداقت پر قائم رہنا؛ کیوں کہ اگر تو ٹھیک رہے گی تو ہم بھی ٹھیک رہیں گے، اور اگر تو کج روی اختیار کرے گی تو ہم بھی کج رو ہو جائیں گے۔ **دوسرا اصول**: اپنے وقت کی حفاظت کرنا؛ کیوں کہ ذکر الٰہی کے سوا اکثر اوقات میں بندہ سے لغو اور بے کار باتیں ہوتی ہیں اور وہ ان میں پڑ کر ہلاک ہو جاتا ہے۔ **تیسرا اصول**: اعمال صالحہ کی حفاظت کرنا؛ کیوں کہ جو شخص زبان کی حفاظت نہیں کرتا اور زیادہ بولتا ہے وہ ضرور لوگوں کی غیبت کرتا ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ "مَنْ كَثُرَ لَغَطُهٗ كَثُرَ سَقَطُهٗ" یعنی جو زیادہ بولے گا زیادہ غلطی کرے گا۔ **چوتھا اصول**: زبان کی نگہداشت کرنے سے انسان دنیا کی آفتوں سے سلامت رہتا ہے، حضرت سفیان ثوری فرماتے ہیں: "زبان سے ایسی بات نہ نکالو جسے سن کر لوگ تمارے دانت توڑ دیں۔" **پانچواں اصول**: آخرت کی آفتوں اور اس کی سزاؤں کو یاد کرنا۔ اس سلسلہ میں ایک نقطہ یاد رکھنا چاہیے کہ انسان گفتگو کرتا ہے تو وہ حرام ہوگی یا فضول ولایعنی۔ اگر حرام ہو تو عذاب الٰہی کی باعث ہے، چناں چہ نبی کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا "لَيْلَةَ أُسْرِيَ بِي إِلَى السَّمَاءِ نَظَرْتُ فِي النَّارِ قَوْمًا يَأْكُلُوْنَ الْجِيَفَ، قُلْتُ: يَا جِبْرِيْلُ! مَنْ هٰؤُلَاءِ، قَالَ: هٰؤُلَاءِ الَّذِيْنَ يَأْكُلُوْنَ لُحُوْمَ النَّاسِ" اور اگر وہ بات فضولِ حلال ولایعنی ہو تو وہ بھی چار وجہوں سے ٹھیک نہیں ہے **اول** یہ کہ فضول گفتگو کراماً کاتبین کو لکھنی پڑتی ہے، لہٰذا انسان کو چاہیے کہ ان سے شرم کرے اور فضول بات لکھنے کی ان کو زحمت نہ دے، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ» **دوم** یہ کہ لغو اور بے کار باتوں سے بھرا ہوا نامۂ اعمال رب کے حضور جاتا ہے، لہٰذا بندہ کو چاہیے کہ فضول گفتگو سے بچے۔ **سوم** یہ کہ قیامت کے دن وہ نامۂ اعمال تمام مخلوق کی موجودگی میں خدا کے سامنے پڑھا جائے گا، جب کہ بندہ کے سامنے حشر کی سختیاں اور ہولناکیاں ہوں گی، اور بندہ بھوکا، پیاسا، ننگا، نعمتوں سے دور ہوگا اور جنّت سے روک دیا گیا ہوگا۔ **چہارم** یہ کہ لایعنی باتوں پر بندہ کو ملامت کی جائے گی اور عار دلائی جائے گی اور بندہ کے پاس اس کا کوئی جواب نہیں ہوگا، اور اللہ رب العزت کے حضور شرم وندامت کا سامنا کرنا پڑے گا۔

دل کی حفاظت لازم ہونے کے اسباب اور اس کے پانچ اصول: دل کی حفاظت اور اصلاح ضروری ہے اس لیے کہ اس کا خطرہ تمام اعضا سے بڑا، اس کا اثر باقی اعضا سے زیادہ، اس کا معاملہ سب سے زیادہ باریک اور اس کی اصلاح سب سے زیادہ دشوار ہے۔ اس کے تعلق سے پانچ اصول ہیں (۱) اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا

ہے: «يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْأَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ» دوسرے مقام پر ارشاد فرماتا ہے: «وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ» اور ایک جگہ ارشاد ہوتا ہے: «اِنَّهٗ عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ» اللہ تعالیٰ نے بارہا اس کو دوہرایا ہے، تو اللہ تعالیٰ کا دل کے اسرار پر واقف ہونا ہی ڈرنے کے لیے کافی ہے؛ کیوں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ معاملہ بہت نازک ہے۔(۲) نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "اِنَّ اللّٰهَ لَا يَنْظُرُ اِلٰى صُوَرِكُمْ وَ أَجْسَادِكُمْ وَأَبْشَارِكُمْ، اِنَّمَا يَنْظُرُ اِلٰى قُلُوْبِكُمْ وَأَعْمَالِكُمْ" اس سے معلوم ہوا کہ دل اللہ تعالیٰ کی نظر کا مرکز ہے، تو اس شخص پر حیرت ہے جو دل کے بجائے اپنے چہرے کو سنوارتا ہے جب کہ اس کو مخلوق دیکھتی ہے، اور اپنے دل کو نہیں سنوارتا، اس کو گناہوں کی آلائشوں سے پاک نہیں کرتا حالاں کہ اس کو اللہ تعالیٰ ملاحظہ فرماتا ہے۔(۳) دل ایک بادشاہ کے مانند ہے جس کی اطاعت کی جاتی ہے اور تمام اعضا اس کے تابع ہیں، تو اگر متبوع درست ہو تو تابع بھی درست ہوتا ہے، اسی طرح جب بادشاہ ٹھیک ہو تو رعایا بھی ٹھیک رہتی ہے، اس کی وضاحت نبی کریم ﷺ کے اس قول سے ہوتی ہے، آپ کا ارشاد ہے: "اِنَّ فِي الْجَسَدِ مُضْغَةً، اِذَا صَلُحَتْ صَلُحَ الْجَسَدُ وَاِذَا فَسَدَتْ فَسَدَ الْجَسَدُ، اَلَا! وَهِيَ الْقَلْبُ" (۴) دل بندہ کے اعلیٰ اور نفیس جواہر کا خزانہ ہے، اور اس خزانہ کو ہر قسم کی گندگیوں، آفتوں اور چوروں سے محفوظ رکھنا ضروری ہے تاکہ گراں قدر موتی خراب نہ ہوں اور کوئی ان پر قبضہ نہ کر سکے۔(۵) پانچویں اصول کے تعلق سے امام غزالی فرماتے ہیں کہ دل کے پانچ حالات ہیں: اول یہ کہ دشمن ہر وقت اس کی طرف متوجہ ہے اور اسے ہلاک کرنے میں لگا ہوا ہے؛ کیوں کہ شیطان انسان کے ساتھ ہر وقت لگا رہتا ہے اسی لیے دل میں الہام بھی ہوتا ہے اور وسوسہ بھی آتا ہے، شیطان اور فرشتہ دونوں اسے اپنی اپنی دعوت دینے میں مصروف رہتے ہیں۔ دوم یہ کہ دل کی مصروفیت بہت زیادہ ہے؛ کیوں کہ عقل اور شہوت دونوں اپنے اپنے لشکر اس میں دوڑاتے رہتے ہیں اس طرح دونوں کی جنگ کا مقام دل رہتا ہے لہٰذا جو مقام دو دشمنوں کے درمیان سرحد کی حیثیت رکھتا ہے اس کی نگہداشت ضروری ہے۔ سوم یہ کہ اس کے عوارض بہت زیادہ ہیں؛ کیوں کہ اس پر تیروں کی طرح وسوسے برستے رہتے ہیں اور انسان میں ان کو روکنے کی طاقت نہیں۔ اور دل آنکھ کی طرح بھی نہیں ہے کہ خطرہ کے وقت بند کر لیا جائے اور امن کے وقت کھول لیا جائے، اور ہی کسی تنہا مقام یارات کی تاریکی میں ہے کہ دشمن اسے پا نہ سکے نیز یہ دل دانتوں اور ہونٹوں کی طرح بھی نہیں ہے کہ بچایا اور محفوظ رکھا جا سکے

بلکہ یہ تو خطرات کا نشانہ ہے جن کو روکنے کی طاقت نہیں، اس طرح خطرات مضبوط ہو جاتے ہیں لہٰذا دل سے تعلق رکھنے والے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے سخت محنت کی ضرورت ہے۔ **چہارم** یہ کہ چوں کہ دل انسان کی نظر سے غائب ہے، اس بنا پر اس کا علاج مشکل ہے اور اس کی آفتوں کو بھانپنا بڑا دشوار ہے۔ **پنجم** یہ کہ آفات اس پر جلد حملہ آور ہوتی ہیں اور یہ ہر وقت انقلاب کے لیے تیار رہتا ہے۔

آفات اربعہ: (یعنی فساد قلب کا باعث) (۱) دنیا کی امیدیں (۲) عبادت میں جلد بازی (۳) حسد (۴) تکبر۔

مناقب اربعہ: (یعنی آفات اربعہ کے مقابلہ میں اصلاح کرنے والی چیزیں) (۱) امیدیں کم کرنا (۲) معاملات میں تحمل و آہستگی سے کام لینا (۳) مخلوق کے ساتھ خیر خواہی کرنا (۴) خشوع اور تواضع سے پیش آنا۔

طول امل سے پیدا ہونے والی خرابیاں: یہ چار ہیں **اول** یہ کہ ترک طاعت میں زیادتی اور ادائے عبادت میں سستی مزید ہو جاتی ہے، اور عبادت کے تعلق سے بندہ کہتا ہے کہ ابھی تھوڑی دیر بعد کرلوں گا، ابھی کافی وقت ہے، عبادت مجھ سے نہیں چھوٹے گی۔ داؤد طائی علیہ الرحمۃ والرضوان نے بالکل سچ فرمایا ہے ”مَنْ خَافَ الْوَعِيْدَ قَرُبَ عَلَيْهِ الْبَعِيْدُ، وَمَنْ طَالَ أَمَلُهُ سَاءَ عَمَلُهُ“ **دوم** طول امل کی وجہ سے توبہ ترک کر دیتا ہے اور اس میں ٹال مٹول کرتا ہے، اور کہتا ہے کہ تھوڑے دن کے بعد کرلوں گا، ابھی تو بہت وقت ہے، میں ابھی جوان ہوں، ابھی میری عمر ہی کتنی سی ہوئی ہے، جب چاہوں توبہ کر سکتا ہوں، اور اسی اصرار میں موت آجاتی ہے، اور اصلاح عمل سے پہلے ہی اس کو اچک لے جاتی ہے۔ **سوم** مال جمع کرنے کی حرص میں پڑ جاتا ہے اور آخرت کو چھوڑ کر دنیا میں مشغول ہو جاتا ہے، اور کہتا ہے کہ مجھے بڑھاپے میں فقیری کا ڈر ہے، ہو سکتا ہے کہ میں کمانے سے عاجز ہو جاؤں، لہٰذا میرے لیے کچھ زائد مال ضروری ہے جو بڑھاپے میں کام آئے۔ بس یہی باتیں اس کو دنیا کی رغبت پر آمادہ کرتی ہیں اور رزق کا اہتمام کرنے پر ابھارتی ہیں، اور بندہ کہتا ہے کہ میں کیا کھاؤں کیا پیوں؟ یہ گرمی ہے، یہ سردی ہے، اور میرے پاس کچھ نہیں ہے، ہو سکتا ہے کہ میری عمر طویل ہو جائے اور آخر عمر میں جاکر میں تنگدست ہو جاؤں۔ ان خیالات کا کم از کم یہ اثر ہوتا ہے کہ انسان کا دل مشغول اور اس کا وقت برباد اور بہت سے بے فائدہ غم اس کو لاحق ہو جاتے ہیں، حضرت ابو ذر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ”قَتَلَنِيْ هَمُّ يَوْمٍ لَمْ أُدْرِكْهُ، قِيْلَ: وَكَيْفَ ذٰلِكَ يَا أَبَا ذَرٍّ! قَالَ: إِنَّ أَمَلِيْ جَاوَزَ

أَجَلِیْ ''یعنی آنے والے دن کی فکر نے مجھے پریشان کر رکھا ہے، کسی نے عرض کی: وہ کیسے؟ فرمایا: میری امیدیں میری موت سے تجاوز کر چکی ہیں۔ **چہارم** یہ کہ دل سخت ہو جائے گا اور وہ آخرت کو بھول جائے گا: اس لیے کہ بندہ جب لمبی امیدیں باندھے گا تو موت اور عذاب قبر کو یاد نہیں کرے گا۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ارشاد فرمایا ہے ''إِنَّ أَخْوَفَ مَا أَخَافُ عَلَيْكُمُ اثْنَتَانِ: طُوْلُ الْأَمَلِ وَاتِّبَاعُ الْهَوَىٰ. وَإِنَّ طُوْلَ الْأَمَلِ يُنْسِي الْآخِرَةَ وَاتِّبَاعَ الْهَوَىٰ يَصُدُّ عَنِ الْحَقِّ''

حسد سے پیدا ہونے والی خرابیاں: حسد سے پانچ خرابیاں پیدا ہوتی ہیں (۱) حسد عبادت کو فاسد کر دیتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''اَلْحَسَدُ يَأْكُلُ الْحَسَنَاتِ كَمَا تَأْكُلُ النَّارُ الْحَطَبَ'' (۲) گناہوں اور برائیوں کا ارتکاب ہوتا ہے جیسا کہ وہب بن منبہ علیہ الرحمۃ والرضوان نے ارشاد فرمایا ہے: ''لِلْحَاسِدِ ثَلٰثُ عَلَامَاتٍ: يَتَمَلَّقُ مَذَا شَهِدَ وَيَغْتَابُ إِذَا غَابَ وَيَشْمَتُ بِالْمُصِيْبَةِ'' یعنی جب سامنے ہوتا ہے تو چاپلوسی کرتا ہے، جب غائب ہوتا ہے تو غیبت کرتا ہے اور مصیبت پر خوش ہوتا ہے۔ (۳) حاسد بلا فائدہ مشقت اور فکر میں پڑتا ہے، اور مزید برآں کہ گناہ اور معصیت میں مبتلا ہوتا ہے جیسا کہ ابن سماک علیہ الرحمۃ والرضوان نے ارشاد فرمایا ہے: ''لَمْ أَرَ ظَالِمًا أَشْبَهَ مِنَ الْمَظْلُوْمِ مِنَ الْحَاسِدِ، نَفْسٌ دَائِمٌ وَعَقْلٌ هَائِمٌ وَغَمٌّ لَازِمٌ'' (۴) حاسد کا دل اندھا ہو جاتا ہے حتیٰ کہ وہ اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو نہیں سمجھ پاتا، سفیان ثوری علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا: ''زیادہ تر خاموشی اختیار کر تاکہ تجھے اس سے ورع حاصل ہو، دنیا کا حریص نہ ہو تاکہ تو محفوظ رہے، نکتہ چیں نہ بن تاکہ لوگوں کی طعنہ و تشنیع سے محفوظ رہے، حاسد نہ بن تاکہ تجھے تیز فہمی نصیب ہو۔'' (۵) حاسد محروم اور رسوا ہوتا ہے، اور اپنی مراد میں کامیاب نہیں ہو پاتا اور نہ ہی دشمن کے مقابلہ میں اس کی مدد کی جاتی ہے، جیسا کہ حاتم اصم علیہ الرحمۃ والرضوان نے فرمایا: ''الضَّغِيْنُ غَيْرُ ذِيْ دِيْنٍ وَالْعَائِبُ غَيْرُ عَابِدٍ وَالنَّمَّامُ غَيْرُ مَأْمُوْنٍ وَالْحَسُوْدُ غَيْرُ مَنْصُوْرٍ'' یعنی کینہ پرور دین دار نہیں ہوتا، لوگوں میں عیب نکالنے والا عبادت گزار نہیں ہوتا، چغل خور کو امن نصیب نہیں ہوتا اور حاسد شخص نصرت خداوندی نہیں پاتا۔

جلد بازی سے پیدا ہونے والی آفتیں: چار ہیں: اوّل یہ کہ عابد شخص جب خیر و استقامت کا مرتبہ حاصل کرنا چاہتا ہے اور اس کے لیے کوشش کرتا ہے تو وہ بسا اوقات جلدی کرنے لگتا ہے حالاں کہ ابھی اس کا

وقت نہیں ہوتا، تو یا تو سست اور مایوس ہو کر مجاہدہ ترک کر دیتا ہے اور اس مرتبہ سے محروم ہو جاتا ہے، یا پھر ریاضت و مجاہدہ میں غلو کرتا ہے تو اس مرتبہ کے حصول سے درماندہ رہ جاتا ہے اور یہ دونوں باتیں جلد بازی کا ہی نتیجہ ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "إِنَّ دِيْنَنَا هٰذَا مَتِيْنٌ فَأَوْغِلْ فِيْهِ بِرِفْقٍ فَإِنَّ الْمُنْبِتَ لَا أَرْضًا قَطَعَ وَلَا ظَهْرًا أَبْقٰى" یعنی ہمارا یہ دین بڑا مستحکم دین ہے، اس کو نرمی سے حاصل کرو جس طرح فصل حاصل کرنے والا کسان نہ تو زمین کو بالکل اکھیڑ ہی دیتا ہے اور نہ ہی اس کی ظاہری سطح کو پہلی حالت پر باقی رہنے دیتا ہے۔ **دوم** یہ کہ عابد شخص کو کوئی ضرورت پیش آتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہے اور اس میں کوشش کرتا ہے، اور بسا اوقات وقت سے پہلے اس کے قبول ہونے میں جلدی چاہتا ہے تو وہ اس کو نہیں پاتا اس لیے سست پڑ جاتا ہے اور دعا ترک کر دیتا ہے اس طرح اپنے مقصد اور اپنی حاجت سے محروم ہو جاتا ہے۔ **سوم** یہ کہ اگر کوئی انسان عابد پر ظلم کرتا ہے تو عابد غضب ناک ہو کر بددعا میں جلدی کرتا ہے اور اس کی بددعا سے وہ ظالم ہلاک ہو جاتا ہے اور اس طرح بددعا کرنے والا عابد حد سے تجاوز کر جاتا ہے تو گناہ میں پڑ جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «وَيَدْعُ الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهٗ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا» **چہارم** یہ کہ عبادت کی اصل ورع ہے، اور ورع ہر شئ کی تہ تک پہنچنے سے حاصل ہوتا ہے، اور ہر چیز مثلاً کھانے، پینے، گفتگو کرنے کی حقیقت کے انکشاف کے بعد نصیب ہوتا ہے، اور جب انسان جلد باز ہو تو وہ کسی کام کے اندر توقف، تحمل اور غور و فکر سے کام نہیں لیتا بلکہ ہر کام کی انجام دہی میں جلد بازی کا ارتکاب کرتا ہے تو وہ اس طرح ضرور لغزش کھا جاتا ہے، اور کھانے پینے کے معاملہ میں بھی جلدی کرتا ہے تو وہ اس طرح حرام اور شبہ میں پڑ جاتا ہے، اور اسی طرح ہر معاملہ میں جلد بازی سے کام لیتا ہے تو زہد و ورع فوت ہو جاتا ہے، اور بغیر ورع کے بھلا عبادت میں بھلائی کہاں؟

کبر سے پیدا ہونے والی آفتیں: چار ہیں: **اوّل** یہ کہ متکبر حق سے محروم اور اس کا دل آیات الٰہی کی معرفت سے اندھا ہو جاتا ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «سَاَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ الَّذِيْنَ يَتَكَبَّرُوْنَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ» دوسری جگہ ارشاد فرماتا ہے: «كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ» **دوم** یہ کہ اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والے سے ناراض ہو جاتا ہے، چناں چہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: «اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ» مروی ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے رب تعالیٰ سے دریافت کیا کہ اے میرے رب! تو

سب سے زیادہ کس سے ناراض ہوتا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: "مَنْ تَكَبَّرَ قَلْبُهٗ وَغَلُظَ لِسَانُهٗ وَ صَفُقَ عَيْنُهٗ وَ بَخِلَتْ يَدُهٗ وَسَاءَ خُلُقُهٗ" یعنی جس کے دل میں تکبر ہو، جس کی زبان ترش ہو، جس کی آنکھوں میں حیا نہ ہو، جس کے ہاتھ بخیل ہوں، جو بد اخلاق ہو۔ سوم یہ کہ متکبر دنیا و آخرت میں ذلیل و خوار ہوگا، حضرت حاتم اصم رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "تین حالتوں پر موت آنے سے بچو: تکبر پر، حرص پر، شیخی پر؛ اس لیے کہ متکبر شخص کو اللہ تعالیٰ اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک کہ اس کو اس کے رذیل اہل و عیال اور خادموں سے ذلیل و خوار نہ کرا دے، اور حریص کو اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک کہ اس کو روٹی کے ایک ٹکڑے اور پانی کے ایک گھونٹ کے لیے نہ ترسا دے، اور شیخی بگھارنے والے کو اس وقت تک موت نہیں دیتا جب تک کہ اسے اس کے بول و براز میں آلودگی کی ذلت نہ دکھا دے۔" **چہارم** یہ کہ متکبر آخرت میں دوزخ کی آگ میں جلے گا، ایک حدیث قدسی میں یوں وارد ہوا ہے " اَلْكِبْرِيَاءُ رِدَائِيْ وَالْعَظْمَةُ إِزَارِيْ فَمَنْ نَازَعَنِيْ فِيْ وَاحِدٍ مِنْهُمَا أَدْخَلْتُهٗ نَارَ جَهَنَّمَ" یعنی بڑائی میری چادر اور عظمت میری ازار ہے تو جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک کو بھی مجھ سے لینے کی کوشش کرے گا میں اسے نارِ دوزخ میں داخل کروں گا۔

امل اور قصر امل کی حقیقت: ہمارے اکثر علما نے بیان فرمایا ہے کہ **امل** اس پختہ ارادے کا نام ہے کہ میں زندہ رہوں گا۔ **قصر امل** اس کو کہتے ہیں کہ بندہ کے دل میں یہ بات ہو کہ میری حیات اللہ تعالیٰ کی مشیت اور اس کے علم سے وابستہ ہے اور اس دنیا میں مجھے نیک کام کے لیے رہنا چاہیے۔

امل کی قسمیں: اس کی دو قسمیں ہیں (۱) امل عوام (۲) امل خواص۔ **اوّل** یہ ہے کہ سامان دنیا جمع کرنے اور اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے زندگی کی آرزو کی جائے یہ گناہ محض ہے۔ **دوم** یہ کہ انسان ایسے نیک کاموں کی بجاآوری کے لیے دنیا میں رہنے کی امید کرے جن میں خطرہ کا اندیشہ ہو اور درستی کا یقین نہ ہو۔

حسد، رشک، غیرت اور نصیحت کی حقیقت: **حسد:** اپنے مسلمان بھائی سے اس نعمت کے زوال کا ارادہ کرنا جس میں اس کے لیے بھلائی ہو۔ **رشک:** زوال کا ارادہ نہ کرنا بلکہ اس جیسی نعمت کا اپنے لیے ارادہ کرنا۔ **غیرت:** اپنے مسلمان بھائی سے اس نعمت کے زوال کا ارادہ کرنا جس میں اس کے لیے بھلائی نہ ہو۔ **نصیحت:** اپنے مسلمان بھائی کے پاس اس نعمت کی بقا کا ارادہ کرنا جس میں اس کے لیے بھلائی ہو۔

عجلت اور توقف کی حقیقت: عجلت: دل میں موجود ایسے معنی کا نام ہے جو انسان کو پہلی ہی سوچ میں مزید غور و فکر کے بغیر کام کرنے پر آمادہ کرتا ہے۔ **توقف:** کام شروع کرنے سے پہلے اس کے متعلق غور و فکر کرنا۔ **تانّی:** کام شروع کرنے کے بعد اس میں آہستگی اختیار کرنا تاکہ کام بہتر طریقے پر انجام پذیر ہو۔

کبر اور تواضع کی حقیقت: کبر: نفس کی بلندی اور عظمت کے خیال کو کہتے ہیں۔ **تواضع:** اپنے آپ کو حقیر اور کمتر خیال کرنے کو کہتے ہیں۔

دونوں کی قسمیں: ان میں سے ہر ایک دو قسم پر ہے: تواضع عام و خاص، تکبر عام و خاص۔ **تواضع عام:** یہ ہے کہ معمولی قسم کے لباس، مقام، رہائش اور سواری پر اکتفا کرے۔ **تکبر عام:** یہ ہے کہ مذکورہ چیزوں پر اکتفا نہ کرے بلکہ ان میں بلند حیثیت کا طلب گار ہو۔ **تواضع خاص:** یہ ہے کہ ہر درجہ کا انسان اپنے نفس کو حق کے تابع کرنے کی کوشش کرے۔ **تکبر خاص:** یہ ہے کہ اس طرح کی کوشش نہ کرے۔

حرام اور شبہ سے بچنے کی وجہ: اس کی دو وجہیں ہیں، **اول** یہ کہ جہنم کی آگ سے نجات پانے کے لیے اس سے بچنا ضروری ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «اِنَّ الَّذِیْنَ یَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْیَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا یَاْكُلُوْنَ فِیْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا وَ سَیَصْلَوْنَ سَعِیْرًا» اور نبی کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کُلُّ لَحْمٍ نَبَتَ مِنْ سُحْتٍ فَالنَّارُ اَوْلٰی بِہٖ" یعنی ہر وہ گوشت جو حرام کمائی سے پیدا ہو تو آگ اس کی زیادہ حقدار ہے۔ **دوم** یہ کہ حرام اور شبہ کھانے والا مردود بارگاہ الٰہی ہے اور اس کو صحیح طور سے اللہ تعالیٰ کی عبادت کی توفیق نصیب نہیں ہوتی؛ کیوں کہ ایک پاک انسان ہی اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لائق ہے۔ **سوم** یہ کہ حرام اور شبہ کھانے والا نیک کام سے محروم رہتا ہے اور اگر کبھی اس کا اتفاق بھی ہو جائے تو وہ عند اللہ مقبول نہیں ہوتا، لہٰذا ایسے شخص کو محنت و مشقت اور وقت صرف کرنے کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "کَمْ مِنْ قَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ قِیَامِہٖ اِلَّا السَّھَرُ وَ کَمْ مِنْ صَائِمٍ لَیْسَ لَہٗ مِنْ صِیَامِہٖ اِلَّا الْجُوْعُ وَالظَّمَأُ" کتنے عبادت گزار ایسے ہیں کہ ان کو اپنی عبادت سے شب بیداری کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوتا اور کتنے روزہ دار ایسے ہیں کہ ان کو اپنے روزہ سے سوائے بھوک اور پیاس کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

فضول حلال سے آنے والی آفتیں: یہ دس ہیں جن میں سے پانچ مندرجہ ذیل ہیں۔ (۱) زیادہ کھانے سے قساوت قلبی پیدا ہوتی ہے اور نور زائل ہو جاتا ہے، نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: "لَا تُمِیْتُوا الْقُلُوْبَ

بِكَثْرَةِ الطَّعَامِ وَالشَّرَابِ؛ فَإِنَّ الْقَلْبَ يَمُوْتُ كَالزَّرْعِ إِذَا كَثُرَ عَلَيْهِ الْمَاءُ "یعنی زیادہ کھانے پینے سے دل کو مردہ نہ کرو؛ کیوں کہ اس سے دل اس طرح مردہ ہو جاتا ہے جس طرح کہ کھیتی میں جب پانی زیادہ ہو جائے تو وہ برباد ہو جاتی ہے۔ (۲) زیادہ کھانے سے اعضا میں فتنہ پیدا ہوتا ہے، فضول کام کرنے اور فساد برپا کرنے کی رغبت پیدا ہوتی ہے؛ کیوں کہ انسان جب خوب پیٹ بھر کر کھاتا ہے تو اس کی آنکھ میں حرام اور فضول لایعنی باتوں کو دیکھنے اور کان میں ان کے سننے اور زبان میں ان کا تکلم کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے، شرمگاہ میں ان کی شہوت پیدا ہوتی ہے اور قدم ان کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ (۳) زیادہ کھانے سے علم و فہم میں کمی واقع ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ شکم پُری عقل مندی ہی کو ختم کر دیتی ہے۔ دارانی رضی اللہ عنہ نے سچ فرمایا ہے: "اگر تو دنیا و آخرت کی حاجت کو پورا کرنے کا خواہش مند ہے تو اسے پورا کرنے سے پہلے کھانا مت کھا؛ کیوں کہ کھانا عقل کو بدل دیتا ہے۔" (۴) زیادہ کھانے سے عبادت میں کمی واقع ہو جاتی ہے؛ کیوں کہ انسان جب زیادہ کھاتا ہے تو اس کا بدن بھاری ہو جاتا ہے، آنکھوں میں غنودگی طاری ہو جاتی ہے اور اعضا سست پڑ جاتے ہیں تو اس سے کچھ بھی عبادت نہیں ہو پاتی۔ (۵) زیادہ کھانے سے عبادت کی حلاوت مفقود ہو جاتی ہے، حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: "مَا شَبِعْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ لِأَجِدَ حَلَاوَةَ عِبَادَةِ رَبِّيْ وَمَا رَوِيْتُ مُنْذُ أَسْلَمْتُ اِشْتِيَاقًا إِلَى لِقَاءِ رَبِّيْ "یعنی جب سے مسلمان ہوا ہوں کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا تاکہ عبادت کی حلاوت نصیب ہو اور جب سے مسلمان ہوا ہوں اللہ رب العزت کی ملاقات کے شوق سے کبھی سیر ہو نہیں پیا۔

حرام اور شبہ کی تعریف اور ان کا حکم: اس بارے میں دو قول ہیں (۱) بعض علما نے فرمایا ہے کہ جس چیز کے بارے میں یقین ہو کہ یہ دوسرے کی ملک ہے اور شریعت میں اس سے منع کیا گیا ہے وہ حرام محض ہے، اور اگر یقین نہ ہو بلکہ ظن ہو کہ دوسرے کی ملک ہے تو وہ شبہ ہے۔ (۲) دوسرے بعض علما نے فرمایا ہے کہ حرام محض وہ ہے کہ جس کے بارے میں مذکور حالت کا یقین یا ظن ہو؛ کیوں کہ ظن بھی بہت سے احکام میں یقین ہی کے درجہ میں ہوتا ہے اور جس کے بارے میں مذکورہ حالت کے دونوں پہلو برابر ہوں تو وہ شبہ ہے۔

حکم: حرام کا حکم یہ ہے کہ اس سے بچنا واجب ہے اور شبہ کا حکم یہ ہے کہ اس سے بچنا تقویٰ اور ورع ہے۔

کیا ورع شرع کے مخالف ہے؟ نہیں! بلکہ دونوں ایک ہی ہیں، ہاں! اتنا ضرور ہے کہ شریعت کی وضع آسانی اور سہولت پر ہوئی ہے جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے ”بُعِثْتُ بِالْحَنِیْفِیَّةِ السَّمْحَةِ“ اور ورع کی وضع شدت اور احتیاط پر ہوئی ہے جیسا کہ کہا گیا ہے کہ متقی کا معاملہ عقد تسعین سے زیادہ سخت ہے لیکن در حقیقت ورع بھی شریعت ہی سے ہے وہ اس طرح کہ شریعت کے دو حکم ہیں: حکم جواز، حکم افضل۔ جو جائز ہو اس کو حکم شرع کہا جاتا ہے اور جو افضل ہو اس کو حکم ورع کہا جاتا ہے۔ معلوم ہوا کہ دونوں اصل میں ایک ہی ہیں۔

مباح کی قسمیں: تین ہیں (۱) جو فخر، مباہات، بڑائی اور نمائش کے طور پر استعمال کیا جائے، ایسا استعمال ناپسندیدہ ہے اور اس کے باعث حبس، حساب، ملامت اور عار لازمی ہے جیسا کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «اِعْلَمُوْٓا اَنَّمَا الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ وَّزِیْنَةٌ وَّتَفَاخُرٌ» الی قوله «وَفِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ شَدِیْدٌ» اور نبی کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”فَمَنْ طَلَبَ الدُّنْیَا حَلَالًا مُبَاهِیًا مُكَاثِرًا مُفَاخِرًا مُرَائِیًا لَقِیَ اللّٰهَ تَعَالٰی وَهُوَ عَلَیْهِ غَضْبَانُ“ (۲) جس کا استعمال محض شہوت کے طور پر ہو، ایسا استعمال بھی برا ہے جس کے باعث بروز قیامت حبس و حساب ہوگا؛ کیوں کہ رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «ثُمَّ لَتُسْئَلُنَّ یَوْمَئِذٍ عَنِ النَّعِیْمِ» اور نبی کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”اَلدُّنْیَا حَلَالُهَا حِسَابٌ وَحَرَامُهَا عِقَابٌ“ (۳) جس کا استعمال مجبوراً اس قدر کیا جائے کہ عبادت بجا لائی جا سکے، تو یہ بہتر ہے، اس پر کوئی حساب و عقاب نہ ہوگا بلکہ یہ تو ثواب کا باعث ہے؛ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: «اُولٰٓئِكَ لَهُمْ نَصِیْبٌ مِّمَّا كَسَبُوْا» اور نبی کونین ﷺ نے ارشاد فرمایا: ”جس نے سوال سے بچنے، اپنے ہمسایہ کی امداد اور اپنے اہل و عیال کی پرورش کے لیے دنیا طلب کی اس کا چہرہ قیامت کے روز چودھویں رات کے چاند کی طرح چمک رہا ہوگا۔

تمت بالخیر

دعا کے طالب:

محمد عالمگیر رضوی

و

کمال احمد قادری

درجہ خامسہ، الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور اعظم گڑھ